بعد کوئی رنج و مصیبت، تینوں مفہوم آیت کے اس جملہ میں کھپ سکتے ہیں، اور اسی لئے مفسّرین صحابہ و تابعین نے ان کو اختیار کیا ہے۔

آخر آیت میں فرمایا كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ "یعنی ہم اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں سمجھدار لوگوں کے لئے اسی طرح تفصیل و وضاحت سے بیان کیا کرتے ہیں" جس سے ہر عالم و جاہل سمجھ لے، اس آیت میں لوگوں کے غلو اور ان جاہلانہ خیالات کی تردید تھی کہ اچھا لباس اور اچھا کھانا ترک کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت میں کچھ ان چیزوں کا بیان ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ان کے ترک کرنے ہی سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اور اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ لوگ دوہری جہالت میں مبتلا ہیں، ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی عمدہ اور نفیس چیزوں کو اپنے اوپر بلاوجہ حرام کرکے ان نعمتوں سے محروم ہوگئے، اور دوسری طرف جو چیزیں حقیقۃً حرام تھیں، اور جن کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور آخرت کا عذاب نتیجہ میں آنے والا ہے، ان کے استعمال میں مبتلا ہوکر آخرت کا وبال خرید لیا، اور اس طرح دنیا و آخرت دونوں جگہ نعمتوں سے محروم ہوکر خسرانِ دنیا و آخرت کا مورد بن گئے، ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

"یعنی جن چیزوں کو تم نے خواہ مخواہ حرام ٹھہرا لیا وہ تو حرام نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے تمام بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے، خواہ وہ کھلے ہوئے ہوں یا چھپے ہوئے، اور ہر گناہ کے کام کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا دلیل کسی کو شریک ٹھہرانے کو اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو۔"

اس تفصیل میں لفظِ اِثم کے تحت وہ تمام گناہ آگئے ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے، اور بغی میں وہ گناہ جن کا تعلق دوسروں کے معاملات اور حقوق سے ہو، اور شرک اور افتراء علی اللہ یہ عقیدہ کا گناہِ عظیم ظاہر ہی ہے۔

اس خاص تفصیل کا ذکر اس لئے بھی کیا گیا کہ اس میں تقریباً ہر طرح کے محرّمات اور گناہ پورے آگئے، خواہ عقیدہ کے گناہ ہوں یا عمل کے، اور پھر ذاتی عمل کے گناہ ہوں یا لوگوں کے حقوق، اور اس لئے بھی کہ یہ اہلِ جاہلیت ان سب جرائم اور محرمات میں مبتلا تھے، اس طرح ان کی دوسری جہالت کو کھولا گیا، کہ حلال چیزوں سے پرہیز کرتے اور حرام کے استعمال سے نہیں جھجکتے۔

اور دین میں غلو اور نو ایجاد بدعات کا یہ لازمی خاصہ ہے کہ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں

وہ دین کی اصل اور اہم ضروریات سے عادۃً غافل ہوجاتے ہیں، اس لئے غلو فی الدین اور بدعت کا نقصان دوہرا ہوتا ہے، ایک خود غلو اور بدعت میں مبتلا ہونا گناہ ہے، دوسرے اس کے بالمقابل صحیح دین اور سنت کے طریقوں سے محروم ہونا، نعوذ باللہ منہ

پہلی اور دوسری دونوں آیتوں میں مشرکین و مجرمین کے دو غلط کاموں کا ذکر تھا، ایک حلال کو حرام ٹھہرانا دوسرے حرام کو حلال قرار دینا، تیسری آیت میں ان کے انجام بد اور آخرت کی سزا و عذاب کا بیان ہے، ارشاد فرمایا وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ،

یعنی یہ مجرمین جو ہر طرح کی سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں پل رہے ہیں، اور دنیا میں بظاہر ان پر کوئی عذاب آتا نظر نہیں آتا اس عادۃ اللہ سے غافل نہ رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو اپنی رحمت سے ڈھیل دیتے رہتے ہیں، کہ کسی طرح یہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں اس ڈھیل اور مہلت کی ایک میعاد معین ہوتی ہے، جب وہ میعاد آپہونچتی ہے تو ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوتی، اور یہ عذاب میں پکڑ لئے جاتے ہیں، کبھی دنیا ہی میں کوئی عذاب آجاتا ہے، اور اگر دنیا میں عذاب نہ آیا تو مرتے ہی عذاب میں داخل ہوجاتے ہیں۔

اس آیت میں میعاد معین سے آگے پیچھے نہ ہونے کا جو ذکر ہے یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے ہمارے عرف میں خریدار دکاندار سے کہتا ہے کہ قیمت میں کچھ کمی زیادتی ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ قیمت کی زیادتی اس کو مطلوب نہیں، صرف کمی کو پوچھنا ہے، مگر تبعاً اس کے ساتھ زیادتی کا ذکر کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں اصل مقصد تو یہ ہے کہ میعاد معین کے بعد تاخیر نہیں ہوگی، اور تقدیم کا ذکر تاخیر کے ساتھ بطور محاورۂ عوام کے کردیا گیا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ

اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے کہ سنا دیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی

اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ

ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اور جنھوں نے جھٹلایا

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

ہماری آیتوں کو اور تکبّر کیا ان سے، وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ

ہمیشہ رہیں گے، پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا، یا

كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓي
جھٹلاوے اس کے حکموں کو، وہ لوگ ہیں کہ ملے گا ان کو جو اُن کا حصہ لکھا ہوا ہے کتاب میں، یہاں تک
اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ
کہ جب پہنچیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا
سوائے اللہ کے، بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے اور اقرار کرلیں گے اپنے اوپر کہ بے شک وہ
كٰفِرِيْنَ ۝۳۷ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ
کافر تھے، فرمائے گا داخل ہوجاؤ ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں جنّ اور
وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا
آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر، جب داخل ہوگی ایک امت تو لعنت کریگی دوسری امت کو یہاں تک کہ
فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا
جب گر چکیں گے اس میں سارے، تو کہیں گے ان کے پچھلے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا،
فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا
سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا، فرمائے گا کہ دونوں کو دُگنا ہے لیکن تم
تَعْلَمُوْنَ ۝۳۸ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا
نہیں جانتے، اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر
مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۳۹ ع ۴ ۸ ۱۱
بڑائی، اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے

خلاصۂ تفسیر

(ہم نے عالمِ ارواح ہی میں کہہ دیا تھا) اے اولادِ آدم کی اگر تمھارے پاس پیغمبر آدیں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو (ان کے آنے پر) جو شخص (تم میں ان آیات کی تکذیب سے) پرہیز رکھے اور (اعمال کی) درستی کرے (مراد یہ کہ کامل اتباع کرے) سو ان لوگوں پر (آخرت میں) نہ کچھ اندیشہ (کی بات واقع ہونے والی) ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ (تم میں سے) ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتا دیں گے اور ان (کے قبول کرنے) سے

تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (جب تکذیب کرنے والوں کا مستحقِ وعیدِ شدید ہونا اجمالاً معلوم ہوگیا سو اب تفصیل سنو کہ) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی نہ ہو اس کو خدا کی کہی ہوئی کہے) یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی ہو اس کو بے کہی بتلاوے) ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ (رزق اور عمر) ہے وہ تو ان کو (دنیا میں) مل جاوے گا (لیکن آخرت میں مصیبت ہی مصیبت ہو) یہاں تک کہ (برزخ میں مرنے کے وقت تو ان کی یہ حالت ہوگی کہ) جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آدیں گے تو (ان سے) کہیں گے کہ (کہو) وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے (اب اس مصیبت میں کیوں نہیں کام آتے) وہ (کفار) کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے (یعنی واقعی کوئی کام نہ آیا) اور (اس وقت) اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے (لیکن اس وقت کا اقرار محض بے کار ہوگا، اور بعض آیات میں ایسے ہی سوال وجواب کا وقوع قیامت میں بھی مذکور ہے سو دونوں موقعوں پر ہونا ممکن ہے، اور قیامت میں ان کا یہ حال ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ جو فرقے (کفار کے) تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ (چنانچہ آگے پیچھے سب کفار اس میں داخل ہوں گے، اور یہ کیفیت واقع ہوگی کہ) جس وقت بھی کوئی جماعت (کفار کی) داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو بھی (جو انہی جیسے کافر ہوں گے اور ان سے پہلے دوزخ میں جا پہنچے ہوں گے) لعنت کرے گی (یعنی باہم ہمدردی نہ ہوگی، بلکہ بوجہ انکشافِ حقائق کے ہر شخص دوسرے کو بُری نظر سے دیکھے گا اور بُرا کہے گا) یہاں تک کہ جب اس (دوزخ) میں سب جمع ہو جاویں گے تو (اس وقت) پچھلے لوگ (جو بعد میں داخل ہوئے ہونگے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو کفر میں دوسروں کے تابع تھے) پہلے (داخل ہونے والے) لوگوں کی نسبت (یعنی ان لوگوں کی نسبت جو بوجہ رئیس وپیشوائے کفر ہونے کے دوزخ میں پہلے داخل ہوں گے یہ) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے، (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائیں گے کہ (ان کو دوگنا ہونے سے تم کو کونسی تسلی وراحت ہو جاوے گی، بلکہ چونکہ تمھارا عذاب بھی ہمیشہ آناً فاناً بڑھتا جاوے گا، اس لئے تمھارا عذاب بھی ان کے دوگنے عذاب ہی جیسا ہوگیا، پس اس حساب سے) سب ہی کا (عذاب) دوگنا ہے، لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں (کیونکہ ابھی تو عذاب کی ابتداء ہی ہے، اس تزاید کو دیکھا نہیں اس لئے ایسی باتیں بنا رہے ہو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے تضاعفِ عذاب کو اپنے لئے موجبِ شفاءِ غیظ وباعثِ تسلی سمجھ رہے ہو) اور پہلے (داخل ہونیوالے) لوگ پچھلے (داخل ہونیوالے) لوگوں سے (خدا تعالیٰ کے اس جواب سے مطلع ہو کر) کہیں گے (کہ جب سب کی سزا کی یہ حالت ہے تو) پھر تم کو ہم پر (تخفیفِ عذاب کے بارے میں) کوئی فوقیت نہیں (کیونکہ

تخفیف نہ ہم کو نہ تم کو) سو تم بھی اپنے کردار (بد) کے مقابلہ میں عذاب (متزاید) کا مزہ چکھتے رہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ

بے شک جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے اُن کے لئے

أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي

دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی

سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۰﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ

کے ناکے میں اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو، ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا

مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾

ہو اور اوپر سے اوڑھنا، اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اور جو ایمان لائے اور کیں نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي

وہی ہیں جنت میں رہنے والے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے، اور نکال لیں گے ہم جو کچھ

صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ

ان کے دلوں میں خفگی تھی بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں، اور کہیں گے شکر

لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا

اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے راہ پانیوالے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو

اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ

اللہ، بے شک لائے تھے رسول ہمارے رب کی سچی بات اور آواز آئے گی کہ یہ جنت

الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾

ہے، وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے

خلاصۂ تفسیر

(یہ حالت تو کفار کے دخولِ نار کی ہوئی، اب حریانِ جنت کی کیفیت سنو کہ) جو لوگ ہماری

آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان (کے ماننے) سے تکبر کرتے ہیں ان (کی روح کے صعود) کے لئے (مرنے کے بعد) آسمان کے دروازے نہ کھولے جاویں گے (یہ تو حالت مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی) اور (قیامت کے روز) وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے (اور یہ محال ہے تو ان کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے) اور ہم ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا، اور اوپر جو دوزخ میں جانا مذکور ہوا ہے وہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی کہ کسی طرف سے کچھ راحت نہ ملے، چنانچہ یہ حال ہوگا کہ) ان کے لئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا، اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (جن کا ذکر فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ میں اوپر آیا ہے) اور جو لوگ (آیاتِ الٰہیہ پر) ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے (اور یہ نیک کام چنداں مشکل نہیں، کیونکہ ہماری عادت ہے کہ) ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے (یہ جملہ معترضہ تھا غرض) ایسے لوگ جنت (میں جانے) والے ہیں، (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور ان کی حالت اہلِ دوزخ کی سی نہ ہوگی کہ وہاں بھی ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے رہیں گے، بلکہ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ) جو کچھ ان کے دلوں میں (کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں باقتضاءِ طبعی) غبار (اور رنج) تھا ہم اس کو (بھی) دور کردیں گے (کہ باہم الفت و محبت سے رہیں گے اور) ان کے (مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہونگی اور وہ لوگ (غایت فرح و سرور سے) کہیں گے اللہ تعالیٰ کا (لاکھ لاکھ) احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچایا اور ہماری کبھی (یہاں تک) رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے (اس میں یہ بھی آگیا کہ یہاں تک پہونچنے کا جو طریقہ تھا ایمان اور اعمال وہ ہم کو بتلایا اور اس پر چلنے کی توفیق دی) واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے، (چنانچہ انھوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا) اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمھارے اعمال (حسنہ) کے بدلے۔

معارف و مسائل

چند آیات میں پہلے ایک عہد و میثاق کا ذکر ہے جو ہر انسان سے اس کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالمِ ارواح میں لیا گیا تھا، کہ جب ہمارے رسول تمھارے پاس ہماری ہدایات اور احکام لے کر آئیں تو ان کو دل و جان سے ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا، اور یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ جو شخص دنیا میں آنے کے بعد اس عہد پر قائم رہ کر اس کے مقتضیات کو پورا کرے گا وہ ہر رنج و غم سے نجات پاوے گا اور دائمی راحت و آرام کا مستحق ہوگا، اور جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب یا ان کے احکام

سے سرکشی کرے اس کے لئے جہنم کا دائمی عذاب مقرر ہو، مذکور الصدر آیات میں اس صورتِ واقعہ کا اظہار ہو جو اس دنیا میں آنے کے بعد انسانوں کے مختلف گروہوں نے اختیار کی، کہ بعض نے عہد و میثاق کو بھلا دیا، اور اس کی خلاف ورزی کی اور بعض اس پر قائم رہے، اور اس کے مطابق اعمالِ صالحہ انجام دیئے، ان دونوں فریقوں کے انجام اور عذاب و ثواب کا بیان ان چار آیات میں ہے۔

پہلی اور دوسری آیت میں عہد شکنی کرنے والے منکرین و مجرمین کا ذکر ہے، اور آخری دو آیتوں میں عہد پورا کرنے والے مؤمنین و متقین کا۔

پہلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور ہماری ہدایات اور آیات کے مقابلہ میں تکبر کے ساتھ پیش آئے ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔

تفسیر بحر محیط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تفسیر یہ نقل فرمائی ہے کہ نہ ان لوگوں کے اعمال کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے نہ اُن کی دعاؤں کیلئے، مطلب یہ ہو کہ اُن کی دعاء قبول نہ کی جائے گی، اور ان کے اعمال اس مقام پر جانے سے روک دیئے جائیں گے جہاں اللہ کے نیک بندوں کے اعمال محفوظ رکھے جاتے ہیں، جس کا نام قرآن کریم نے سورۂ مطففین میں علیّین بتلایا ہے، اور قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں بھی اس مضمون کی طرف اشارہ ہے، جس میں ارشاد ہے: اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ۔

یعنی انسان کے کلمات طیبات اللہ تعالیٰ کے پاس لیجائے جاتے ہیں، اور ان کا نیک عمل ان کو اٹھاتا ہے، یعنی انسان کے اعمالِ صالحہ اس کا سبب بنتے ہیں کہ اس کے کلمات طیبات حق تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں پہونچائے جاتے ہیں۔

اور ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے صحابۂ کرام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ منکرین و کفار کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے، یہ روحیں نیچے پھینک دی جائیں گی، اور اس مضمون کی تائید حضرت براء بن عازبؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہو جس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمدؒ نے مفصل نقل کیا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری صحابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے، ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی تو ایک جگہ بیٹھ گئے، اور صحابۂ کرام آپؐ کے گرد خاموش بیٹھ گئے، آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ مؤمن بندہ کے لئے جب موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چمکتے ہوئے چہروں والے فرشتے آتے ہیں، جن کے ساتھ جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے، اور وہ مرنے والے کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر فرشتہ موت عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں، اور اس کی رُوح کو خطاب کرتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ رب کی مغفرت اور خوشنودی کے لئے نکلو، اس وقت اس کی رُوح اس طرح

بدن سے بآسانی نکل جاتی ہے جیسے کسی مشکیزہ کا دہانہ کھول دیا جائے تو اس کا پانی نکل جاتا ہے، اس کی رُوح کو فرشتہ موت اپنے ہاتھ میں لے کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتا ہے، یہ فرشتے اس کو لیکر چلتے ہیں، جہاں ان کو کوئی فرشتوں کا گروہ ملتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک رُوح کس کی ہے، یہ حضرات اس کا نام و لقب لیتے ہیں جو عزت و احترام کے لئے اس کے واسطے دنیا میں استعمال کیا جاتا تھا، اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے، یہاں تک کہ یہ فرشتے رُوح کو لے کر پہلے آسمان پر پہونچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں، دروازہ کھولا جاتا ہے، یہاں سے اور فرشتے بھی ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہونچتے ہیں، اس وقت حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علّیّین میں لکھو، اور اس کو واپس کر دو، یہ روح پھر لوٹ کر قبر میں آتی ہے، اور قبر میں حساب لینے والے فرشتے آکر اس کو بٹھلاتے اور سوال کرتے ہیں، کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور دین اسلام ہے، پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ بزرگ جو تمہارے لئے بھیجے گئے ہیں کون ہیں؟ وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں، اس وقت ایک آسمانی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ سچا ہے، اس کے لئے جنّت کا فرش بچھا دو اور جنّت کا لباس پہنا دو اور جنّت کی طرف اس کا دروازہ کھول دو، اس دروازہ سے اس کو جنّت کی خوشبوئیں اور ہوائیں آنے لگتی ہیں، اور اس کا نیک عمل ایک حسین صورت میں اس کے پاس اس کو مانوس کرنے کے لئے آجاتا ہے۔

اس کے بالمقابل کافر و منکر کا جب وقتِ موت آتا ہے تو آسمان سے سیاہ رنگ مہیب صورت فرشتے خراب قسم کا ٹاٹ لے کر آتے ہیں، اور بالمقابل بیٹھ جاتے ہیں، پھر فرشتہ موت اس کی روح اس طرح نکالتا ہے جیسے کوئی خاردار شاخ گیلی اُون میں لپٹی ہوئی ہو اس میں سے کھینچی جائے یہ رُوح نکلتی ہے تو اس کی بدبو مردار جانور کی بدبو سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے، فرشتے اس کو لے کر چلتے ہیں، راہ میں جو دوسرے فرشتے ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی خبیث روح ہے، یہ حضرات اس وقت اس کا وہ بُرے سے بُرا نام و لقب ذکر کرتے ہیں جن کے ساتھ وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ سب سے پہلے آسمان پر پہونچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا، بلکہ حکم یہ ہوتا ہے کہ اس بندہ کا اعمال نامہ سجّین میں رکھو، جہاں نافرمان بندوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں، اور اس روح کو پھینک دیا جاتا ہے، وہ بدن میں دوبارہ آتی ہے فرشتے اس کو بٹھا کر اس سے بھی وہی سوالات کرتے ہیں جو مؤمن بندہ سے کئے تھے، یہ سب کا جواب یہ دیتا ہے هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ، یعنی میں کچھ نہیں جانتا، اس کے لئے ..... جہنم کا فرش، جہنم کا لباس دیدیا جاتا ہے، اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اس کو جہنم کی آنچ اور گرمی پہونچتی رہتی ہے، اور اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے، نعوذ باللہ منہ

خلاصہ یہ ہو کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منکرین وکفار کی ارواح آسمان تک لیجائی جاتی ہیں، آسمان کا دروازہ ان کے لئے نہیں کھلتا تو وہیں سے پھینک دی جاتی ہے، آیت مذکورہ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ بوقتِ موت ان کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

آخر آیت میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ، اس میں لفظ یلج ولوج سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں تنگ جگہ میں گھسنا، اور جمل اونٹ کو کہا جاتا ہے اور سَم سوئی کے روزن کو، معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جبتک اونٹ جیسا عظیم الجثہ جانور سوئی کے روزن میں داخل نہ ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے روزن میں اونٹ کا داخل ہونا عادةً محال ہے اسی طرح ان کا جنت میں جانا محال ہے، اس سے ان لوگوں کا دائمی عذاب جہنم بیان کرنا مقصود ہے، اس کے بعد ان لوگوں کے عذاب جہنم کی مزید شدت کا بیان ان الفاظ سے کیا گیا ہے لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ، مہاد کے معنی فرش، اور غواش، غاشیۃ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ڈھانپ لینے والی چیز کے، مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا سب جہنم کا ہوگا، اور پہلی آیت جس میں جنت سے محرومی کا ذکر تھا اس کے ختم پر وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُجۡرِمِيۡنَ، فرمایا اور دوسری آیت جس میں عذاب جہنم کا ذکر ہے، اس کے ختم پر وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ارشاد فرمایا، کیونکہ یہ اس سے زیادہ اشد ہے۔

تیسری آیت میں احکام خداوندی کی پیروی اور پابندی کرنے والوں کا ذکر ہے، کہ یہ لوگ جنت والے ہیں اور جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔

احکامِ شریعت میں سہولت کی رعایت

لیکن ان کے لئے جہاں یہ شرط ذکر کی گئی ہے کہ وہ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں، اس کے ساتھ ہی رحمت وکرم سے یہ بھی فرما دیا لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَاۤ جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر کوئی ایسا بوجھل کام نہیں ڈالتے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، مقصود یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ جن کو دخولِ جنّت کے لئے شرط کہا گیا ہے وہ کوئی بہت مشکل کام نہیں جو انسان نہ کر سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے احکامِ شریعت کو ہر شعبہ میں نرم اور آسان کر دیا ہے، بیماری، کمزوری، سفر اور دوسری انسانی ضروریات کا ہر حکم میں لحاظ رکھ کر آسانیاں دی گئی ہیں۔

اور تفسیر بحر محیط میں ہے کہ جب انسان کو اعمالِ صالحہ کا حکم دیا گیا تو یہ احتمال تھا کہ اکو یہ حکم اس لئے بھاری معلوم ہو کہ تمام اعمالِ صالحہ ہر جگہ ہر حال میں بجا لانا تو انسان کے بس میں نہیں، اس لئے اس کے شبہ کو ان الفاظ سے دور کر دیا گیا کہ ہم ... تمام انسانی زندگی کے مختلف ادوار اور حالات کا جائزہ لے کر ہر حال میں اور ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے مناسب احکام دیتے ہیں

جن پر عمل کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔

اہلِ جنّت کے دلوں سے باہمی کدورتیں نکال دی جائیں گی،

چوتھی آیت میں اہلِ جنّت کے دو خاص حال بیان کئے گئے، ایک یہ کہ وَنَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ، یعنی جنتی لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی طرف سے کوئی رنجش یا کدورت ہوگی تو ہم اس کو ان کے دلوں سے نکال دیں گے، یہ لوگ ایک دوسرے سے بالکل خوش بھائی بھائی ہو کر جنت میں جائیں گے، اور بسیں گے،،

صحیح بخاری میں ہے کہ مؤمنین جب پل صراط سے گذر کر جہنّم سے نجات حاصل کرلیں گے تو ان کو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل کے اوپر روک لیا جائے گا، اور ان کے آپس میں اگر کسی سے کسی کو رنجش تھی، یا کسی پر کسی کا حق تھا تو یہاں پہونچ کر ایک دوسرے سے انتقام لے کر معاملات صاف کرلیں گے، اور اس طرح حسد، بغض، کینہ وغیرہ سے پاک صاف ..... ہو کر جنّت میں داخل ہوں گے۔

تفسیر مظہری میں ہو کہ یہ پُل بظاہر پُلِ صراط کا آخری حصّہ ہوگا، جو جنت سے متصل ہو، علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور اس مقام پر جو حقوق کے مطالبات ہوں گے ان کی ادائیگی ظاہر ہے کہ روپیہ پیسہ سے نہ ہو سکے گی، کیونکہ وہ وہاں کسی کے پاس نہ ہوگا، بلکہ بخاری مسلم کی ایک حدیث کے مطابق یہ ادائیگی اعمال سے ہوگی، حقوق کے بدلہ میں اس کے عمل صاحبِ حق کو دیدیئے جائیں گے، اور اگر اس کے اعمال اس طرح سب ختم ہو گئے اور لوگوں کے حقوق ابھی باقی رہے تو پھر صاحبِ حق کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو سب سے بڑا مفلس قرار دیا ہے جس نے دنیا میں اعمالِ صالحہ کئے لیکن لوگوں کے حقوق کی پروا نہیں کی، اس کے نتیجہ میں تمام اعمال سے خالی مفلس ہو کر رہ گیا۔

اس روایتِ حدیث میں ادائے حقوق اور انتقام کا عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ سب کو یہی صورت پیش آئے، بلکہ ابن کثیر اور تفسیر مظہری کی روایت کے مطابق وہاں یہ صورت بھی ممکن ہوگی کہ بدون انتقام لئے آپس کے کینے کدورتیں دُور ہو جائیں۔

جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ یہ لوگ جب پل صراط سے گذر لیں گے تو پانی کے ایک چشمہ پر پہونچیں گے اور اس کا پانی پئیں گے، اس پانی کا خاصّہ یہ ہوگا کہ سب کے دلوں سے باہمی کینہ وکدورت دُھل جائے گی، امام قرطبیؒ نے آیت کریمہ وَسَقٰىهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا کی

تفسیر بھی یہی نقل کی ہے کہ جنت کے اس پانی سے سب کے دلوں کی رنجشیں اور کدورتیں دھل جائیں گی حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ہم اور عثمان اور طلحہ اور زبیر انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے سینے دخولِ جنت سے پہلے کدورتوں سے صاف کر دیئے جائیں گے (ابن کثیر) یہ وہ حضرات ہیں جن کے آپس میں دنیا میں اختلافات پیش آئے اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی تھی۔

دوسرا حال اہلِ جنت کا اس آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جنت میں پہونچ کر یہ لوگ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اس نے ان کے لئے جنت کی طرف ہدایت کی اور اس کا راستہ آسان کر دیا، اور کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ہماری مجال نہ تھی کہ ہم یہاں پہونچ سکتے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان محض اپنی کوشش سے جنت میں نہیں جا سکتا، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر نہ ہو، کیونکہ کوشش خود اس کے قبضہ میں نہیں وہ بھی محض اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ہدایت کے مختلف درجات ہیں جس کا آخری درجہ دخولِ جنت ہے

امام راغب اصفہانی نے لفظ ہدایت کی تشریح میں بڑی مفید اور اہم بات فرمائی ہے کہ ہدایت کا لفظ بہت عام ہے، اس کے درجات مختلف ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے، اس لئے تقرب الی اللہ کے درجات بھی جتنے مختلف اور غیر متناہی ہیں، اسی طرح ہدایت کے درجات بھی بے حد متفاوت ہیں، ادنیٰ درجہ ہدایت کا کفر و شرک سے نجات اور ایمان ہے جس سے انسان کا رُخ غلط راستہ سے پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے، پھر بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جس قدر فاصلہ ہے اس کو طے کرنے کے ہر درجہ کا نام ہدایت ہے، اس لئے ہدایت کی طلب سے کسی وقت کوئی انسان یہاں تک کہ انبیاء اور رسل بھی مستغنی نہیں ہیں، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی تعلیم جس طرح اُمت کو دی خود بھی اس دعا کا اہتمام جاری رکھا، کیونکہ تقرب الی اللہ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں، یہاں تک کہ جنت کے داخلہ کو بھی اس آیت میں لفظ ہدایت سے تعبیر کیا گیا کہ یہ ہدایت کا آخری مقام ہے۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا
اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا
رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ
ہمارے رب نے سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدے کو سچا، وہ کہیں گے کہ ہاں، پھر پکارے گا

مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ
ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی اُن ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ
وقفِ لازم عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٥﴾ وَ
سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی، اور وہ آخرت سے منکر تھے، اور
بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ
دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے
وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَن سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور
يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا
وہ امیدوار ہیں، اور جب پھرے گی ان کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے
ع ۵ ۸ ۱۲ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ
اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ، اور پکاریں گے اعراف والے ان
رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا
لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے، کہیں گے نہ کام آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو
كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾ أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ
تم تکبر کیا کرتے تھے، اب یہ وہی ہیں کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی ان کو اللہ
بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾
کی رحمت، چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے

خلاصۂ تفسیر

اور (جب اہلِ جنت جنت میں جا پہنچیں گے اس وقت وہ) اہلِ جنت اہلِ دوزخ کو (اپنی حالت پر خوشی ظاہر کرنے کو اور ان کی حسرت بڑھانے کو) پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا (کہ ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے سے جنت دیں گے) ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا سو (تم بتلاؤ کہ) تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا (کہ کفر کے سبب دوزخ میں پڑو گے) تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا (یعنی اب تو حقیقت اللہ اور رسول کے صدق اور اپنی گمراہی کی

معلوم ہوئی) وہ (اہلِ دوزخ جواب میں) کہیں گے ہاں (واقعی سب باتیں اللہ اور رسول کی ٹھیک نکلیں) پھر (ان دوزخیوں کی حسرت اور جنتیوں کی مسرت بڑھانے کو) ایک پکارنے والا (یعنی کوئی فرشتہ) دونوں (فریق) کے درمیان میں (کھڑا ہو کر) پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ (یعنی دینِ حق) سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس (دینِ حق) میں (ہمیشہ بزعم خود) کجی (کی باتیں) تلاش کرتے رہتے تھے (کہ اس میں عیب اور اعتراض پیدا کریں) اور وہ لوگ (اس کے ساتھ) آخرت کے بھی منکر تھے (جس کا نتیجہ آج بھگت رہے ہیں، یہ کلام تو اہلِ جنت کا اور ان کی تائید میں اس سرکاری منادی کا مذکور ہوا، آگے اعراف والوں کا ذکر ہے) اور ان دونوں (فریق یعنی اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ) کے درمیان آڑ (یعنی دیوار) ... ہوگی (جس کا ذکر سورۂ حدید میں ہے: فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ الخ اس کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہ جانے دے گی، رہا یہ کہ پھر گفتگو کیونکر ہوگی، سو ممکن ہے کہ اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا جیسا سورۂ حدید میں ہے بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ، اس باب میں سے یہ گفتگو ہو جاوے، یا ویسے ہی آواز پہونچ جاوے) اور (اس دیوار کا یا اس کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اور اس پر سے جنتی اور دوزخی سب نظر آویں گے سو) اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے (جن کی حسنات اور سیئات میزان میں برابر وزن کی ہوں گی) وہ لوگ (اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ میں سے) ہر ایک کو (علاوہ جنت اور دوزخ کے اندر ہونے کی علامت کے) ان کے قیافہ سے (بھی) پہچانیں گے (قیافہ یہ کہ اہلِ جنت کے چہروں پر نورانیت اور اہلِ دوزخ کے چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی، جیسا دوسری آیت میں ہے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ الخ) اور یہ اہلِ اعراف اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے، السلام علیکم، ابھی یہ اہلِ اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، اور اس کے امیدوار ہوں گے (چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کر دی جاوے گی اور جنت میں جانے کا حکم ہو جاوے گا) اور (جب ان کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف جا پڑیں گی (اس وقت ہول کھا کر) کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ (عذاب میں) شامل نہ کیجئے اور (جیسے ان اہلِ اعراف نے اوپر اہلِ جنت سے سلام و کلام کیا اسی طرح) اہلِ اعراف (دوزخیوں میں سے) بہت سے آدمیوں کو (جو کہ کافر ہوں گے اور جن کو کہ ان کے قیافہ (ظلمت و کدورت چہرہ) سے پہچانیں گے (کہ یہ کافر ہیں) پکاریں گے (اور) کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا (اور انبیاء کا اتباع نہ کرنا) تمہارے کچھ کام نہ آیا (اور تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ بیچارے کیا مستحق فضل و کرم ہوتے، جیسا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا سے بھی یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے، تو ان مسلمانوں کو اب تو دیکھو کیا) (جو جنت میں عیش کر رہے ہیں) وہی (مسلمان ہیں) جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نہ کرے گا (تو ان پر تو اتنی بڑی

رحمت ہوئی کہ) اُن کو یہ حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں (جہاں) تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے، (اور اس کلام میں جو رجالاً کی تخصیص کی غالباً وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہنوز عصاۃ مؤمنین بھی دوزخ میں پڑے ہوں گے، قرینہ اس کا یہ ہے کہ جب اہلِ اعراف امیدِ جنت میں ہیں مگر داخلِ جنت نہیں ہوئے ہوں گے، تو گنہگار لوگ جن کے سیئات اہلِ اعراف کے سیئات سے زیادہ ہیں، ظاہراً بدرجۂ اولیٰ دوزخ سے ابھی نہ نکلے ہوں گے، مگر ایسے لوگ اس کلام کے مخاطب نہ ہوں گے، واللہ اعلم۔

معارف ومسائل

جب اہلِ جنت جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں اپنے اپنے مستقر پر پہونچ جائیں گے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مقامات میں ہر حیثیت سے بُعد بعید حائل ہوگا، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں کہ ان دونوں مقامات کے درمیان کچھ ایسے راستے ہوں گے جن سے ایک دوسرے کو دیکھ سکے گا، اور ان کے آپس میں مکالمات اور سوال وجواب ہوں گے۔

سورۂ صافات میں ۲ دو شخصوں کا ذکر مفصل آیا ہے جو دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے لیکن ایک مؤمن دوسرا کافر تھا، آخرت میں جب مؤمن جنت میں اور کافر جہنم میں چلا جائے گا تو یہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں کریں گے، ارشاد ہے:

فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝

جس کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ جنتی ساتھی جھانک کر دوزخی ساتھی کو دیکھے گا تو اس کو وسطِ جہنم میں پڑا ہوا پائے گا، اور کہے گا کہ کمبخت تو یہ چاہتا تھا کہ میں بھی تیری طرح برباد ہو جاؤں، اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو آج میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں پڑا ہوتا، اور تو جو مجھ سے یہ کہا کرتا تھا کہ اس دنیا کی موت کے بعد کوئی زندگی اور کوئی حساب کتاب یا ثواب عذاب ہونے والا نہیں، اب دیکھ لیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

آیاتِ مذکورہ اور ان کے بعد بھی تقریباً ایک رکوع تک اسی قسم کے مکالمات اور سوال جواب کا تذکرہ ہے، جو اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے آپس میں ہوں گے۔

اور یہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک دوسرے کو دیکھنے اور باتیں کرنے کے راستے بھی درحقیقت اہلِ جہنم کے لئے ایک اور طرح کا عذاب ہوگا کہ چار طرف سے ان پر ملامت ہوتی ہوگی، اور وہ اہلِ جنت کی نعمتوں اور راحتوں کو دیکھ کر جہنم کی آگ کے ساتھ حسرت کی آگ میں بھی جلیں گے، اور اہلِ جنت کے لئے نعمت و راحت میں ایک نئی طرح کا اضافہ ہوگا کہ دوسرے

فریق کی مصیبت دیکھ کر اپنی راحت ونعمت کی قدر زیادہ ہوگی، اور جو لوگ دنیا میں دینداروں پر ہنسا کرتے تھے اور ان کا استہزاء کیا کرتے تھے اور یہ کوئی انتقام نہ لیتے تھے، آج ان لوگوں کو ذلت وخواری کیساتھ عذاب میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ ہنسیں گے کہ ان کے عمل کی ان کو سزا مل گئی، قرآن کریم میں یہی مضمون سورۂ مطففین میں اس طرح ارشاد ہوا ہے فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

اہل جہنم کو ان کی گمراہی پر تنبیہ اور ان کے احمقانہ کلمات پر ملامت فرشتوں کی طرف سے بھی ہوگی، وہ ان کو مخاطب کر کے کہیں گے هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ "یعنی یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اب دیکھو کہ کیا یہ جادو ہے یا تمھیں نظر نہیں آتا"۔

اسی طرح آیات مذکورہ میں پہلی آیت میں ہے کہ اہل جنت اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جن نعمتوں اور راحتوں کا وعدہ کیا تھا ہم نے تو ان کو بالکل سچا اور پورا پایا تم بتلاؤ کہ تمھیں جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ بھی تمہارے سامنے آگیا یا نہیں، وہ اقرار کریں گے کہ بیشک ہم نے بھی اس کا مشاہدہ کرلیا۔

ان کے اس سوال وجواب کی تائید میں اللہ جل شانہ کی طرف سے کوئی فرشتہ یہ منادی کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے ظالموں پر جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے، اور یہ چاہتے تھے کہ ان کا راستہ بھی سیدھا نہ رہے، اور وہ آخرت کا انکار کیا کرتے تھے۔

اہل اعراف کون لوگ ہیں

جنت و دوزخ والوں کے باہمی مکالمات کے ضمن میں ایک اور بات تیسری آیت میں یہ بتلائی گئی کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو جہنم سے تو نجات پاگئے مگر ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے، البتہ اس کے امیدوار ہیں کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوجائیں، ان لوگوں کو اہل اعراف کہا جاتا ہے۔

اعراف کیا چیز ہے، اس کی تشریح سورۂ حدید کی آیات سے ہوتی ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں لوگوں کے تین گروہ ہوں گے، ایک کھلے کافر ومشرک ان کو تو پل صراط پر چلنے کی نوبت ہی نہ آئے گی، پہلے ہی جہنم کے دروازوں سے اس میں دھکیل دیئے جائیں گے، دوسرے مؤمنین ان کے ساتھ نور ایمان کی روشنی ہوگی، تیسرے منافقین، یہ چونکہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ لگے رہے وہاں بھی شروع میں ساتھ لگے رہیں گے، اور پل صراط پر چلنا شروع ہوں گے، اس وقت ایک سخت اندھیری سب کو ڈھانپ لے گی، مؤمنین اپنے نور ایمان کی مدد سے آگے بڑھ جائیں گے اور منافقین پکار کر ان کو کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں، اس پر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کہنے والا کہے گا کہ پیچھے لوٹو وہاں روشنی تلاش کرو، مطلب یہ ہوگا کہ یہ روشنی ایمان اور عمل صالح کی ہے، جس کے حاصل کرنے کا مقام پیچھے گذر گیا، جن لوگوں نے وہاں ایمان وعمل کے ذریعہ یہ روشنی حاصل نہیں کی، ان کو آج روشنی کا فائدہ نہیں ملے گا، اسی حالت میں منافقین اور مؤمنین کے درمیان ایک دیوار کا حصار حائل کردیا جائے گا، جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس دروازہ کے باہر تو سارا عذاب ہی عذاب نظر آئے گا، اور دروازہ کے اندر جہاں مؤمنین ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مشاہدہ اور جنت کی فضا سامنے ہوگی، یہی مضمون اس آیت کا ہے: يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

اس آیت میں وہ حصار جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان حائل کیا جائے گا اس کو لفظ سُور سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ لفظ دراصل شہر پناہ کے لئے بولا جاتا ہے، جو بڑے شہروں کے گرد غنیم سے حفاظت کے لئے بڑی مضبوط، مستحکم چوڑی دیوار سے بنائی جاتی ہے، ایسی دیواروں میں فوج کے حفاظتی دستوں کی کمین گاہیں بھی بنی ہوتی ہیں، جو حملہ آوروں سے باخبر رہتے ہیں۔

سورۂ اعراف کی آیت مذکورہ میں ہے، وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ، ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفسیر کی تحریر کے مطابق اس آیت میں لفظ حجاب سے وہی حصار مراد ہے جس کو سورۂ حدید کی آیت میں لفظ سُور سے تعبیر کیا گیا ہے، اس حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، کیونکہ اعراف عرف کی جمع ہے، اور عرف ہر چیز کے اوپر والے حصہ کو کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ دور سے معروف وممتاز ہوتا ہے، اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اور آیت اعراف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ محشر میں اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات کو دیکھ رہے ہوں گے، اور دونوں طرف رہنے والوں سے مکالمات اور سوال و جواب کریں گے۔

اب یہ بات کہ یہ کون لوگ ہوں گے اور اس درمیانی مقام میں ان کو کیوں روکا جائے گا اس میں مفسرین کے اقوال مختلف اور روایات حدیث متعدد ہیں، لیکن صحیح اور راجح جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات اور سیئات کے دونوں پلے میزانِ عمل میں برابر ہوجائیں گے، اپنے حسنات کے سبب جہنم سے تو نجات پالیں گے، لیکن سیئات اور گناہوں کے سبب ابھی جنت میں ان کا داخلہ نہ ہوا ہوگا، اور بالآخر رحمت خداوندی سے یہ لوگ بھی جنت میں داخل ہوجائیں گے

صحابہ کرام میں سے حضرت حذیفہ، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا اور دوسرے صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے، اور اس میں تمام روایات حدیث بھی جمع ہو جاتی ہیں، جو مختلف عنوانات سے منقول ہیں، امام ابن جریرؒ نے بروایت حذیفہؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ اعراف کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، اس لئے جہنم سے تو نجات ہو گئی، مگر جنت میں ابھی داخل نہیں ہوئے، ان کو اس مقامِ اعراف پر روک لیا گیا، یہاں تک کہ تمام اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کا حساب اور فیصلہ ہو جانے کے بعد ان کا فیصلہ کیا جائے گا، اور بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی، اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ (ابن کثیر)

اور ابن مردویہ نے بروایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اہلِ اعراف کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی مرضی اور اجازت کے خلاف جہاد میں شریک ہو گئے، اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، تو ان کو جنت کے داخلے سے ماں باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم کے داخلے سے شہادت فی سبیل اللہ نے روک دیا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ یہ حدیث ایک مثال ہے ان لوگوں کی جن کی نیکیاں اور گناہ برابر درجہ کے ہوں، کہ ایک طرف شہادت فی سبیل اللہ اور دوسری طرف ماں باپ کی نافرمانی، دونوں پلے برابر ہو گئے۔ (کذا قالہ ابن کثیر)

سلام کا مسنون لفظ اہلِ اعراف کی تشریح اور تعریف معلوم ہونے کے بعد اب اصل آیت کا مضمون دیکھئے، جس میں ارشاد ہے کہ اہلِ اعراف اہلِ جنت کو آواز دے کر کہیں گے (سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ) یہ لفظ دنیا میں بھی باہمی ملاقات کے وقت بطور تحفہ و اکرام کے بولا جاتا ہے، اور مسنون ہے، اور بعد موت کے قبروں کی زیارت کے وقت بھی، اور پھر محشر اور جنت میں بھی، لیکن آیات اور روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا مسنون ہے، اور اس دنیا سے گذرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلام علیکم کا لفظ مسنون ہے، زیارتِ قبور کے لئے جو کلمہ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ بھی سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ آیا ہے، اور فرشتے جب اہلِ جنت کا استقبال کریں گے اس وقت بھی یہ لفظ اسی عنوان سے آیا ہے، سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ، اور یہاں بھی اہلِ اعراف اہلِ جنت کو اسی لفظ کے ساتھ سلام کریں گے۔

آگے اہلِ اعراف کا یہ حال بتلایا ہے کہ وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے، مگر اس کے امیدوار ہیں، اس کے بعد ارشاد ہے: وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاۗءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، یعنی جب اہلِ اعراف کی نظر اہلِ جہنم پر پڑے گی، اور

ان کے عذاب و مصیبت کا مشاہدہ کریں گے تو اللہ سے پناہ مانگیں گے کہ ہمیں ان ظالموں کے ساتھ نہ کیجئے۔

پانچویں آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اہلِ اعراف اہلِ جہنم کو خطاب کر کے بطور ملامت کے یہ کہیں گے کہ دنیا میں تم کو جس مال و دولت اور جماعت اور جتھہ پر بھروسہ تھا اور جن کی وجہ سے تم تکبر و غرور میں مبتلا تھے آج وہ کچھ تمہارے کام نہ آیا۔

چھٹی آیت میں مذکور ہے اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اہلِ اعراف کا سوال جواب اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ دونوں کے ساتھ ہو چکے گا، اس وقت رب العالمین اہلِ دوزخ کو خطاب کر کے یہ کلمات اہلِ اعراف کے بارے میں فرمائیں گے کہ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی، سو اب دیکھو ہماری رحمت، اور اس کے ساتھ ہی اہلِ اعراف کو خطاب ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر پچھلے معاملات کا کوئی خوف ہونا چاہیے، اور نہ آئندہ کا کوئی غم و فکر۔ (ابن کثیر)

وَنَادٰٓي اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ

اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی،

اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰

یا کچھ اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے، کہیں گے اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے،

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکہ میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے سو آج ہم

نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے،

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰي عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

اور ہم نے اُن لوگوں کے پاس پہنچا دی ہے کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے والی اور رحمت

يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ

ہر ایمان والوں کیلئے، کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جاوے جس دن ظاہر ہو جائیگا اس کا مضمون

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے سے بیشک لائے تھے ہمارے رب کے رسول

بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ

سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں خلاف

الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع ۶ ۱۳

اس کے جو ہم کر رہے تھے ، بیشک تباہ کیا انھوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا کیا کرتے تھے

خلاصۂ تفسیر

اور (جس طرح اوپر جنّت والوں نے دوزخ والوں سے گفتگو کی اسی طرح) دوزخ والے جنّت والوں کو پکاریں گے کہ (ہم مارے بھوک اور پیاس اور گرمی کے بے دم ہوئے جاتے ہیں، خدا کے واسطے) ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو (شاید کچھ تسکین ہو جائے) یا اور ہی کچھ دیدو، جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے، (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امید کر کے مانگیں گے، کیونکہ غایت اضطراب میں بعید از توقع باتیں بھی منہ سے نکلا کرتی ہیں) جنّت والے (جواب میں) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی (یعنی جنّت کے کھانے اور پینے کی) کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے، جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو (جس کا قبول کرنا اُن کے ذمہ واجب تھا) لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ (اور غفلت) میں ڈال رکھا تھا (اس لئے دین کی کچھ پرواہ نہ کی، اور یہ دار الجزاء ہے، جب دین نہیں اس کا ثمرہ کہاں، آگے حق تعالیٰ اہل جنّت کے اس جواب کی تصدیق و تائید میں فرماتے ہیں) سو (جب ان کی دنیا میں یہ حالت تھی تو) ہم بھی آج (قیامت) کے روز ان کا نام نہ لیں گے (اور کھانا پینا خاک نہ دیں گے) جیسا انھوں نے اس (عظیم الشان) دن کا نام تک نہ لیا، اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے (یعنی قرآن) جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہو (اور یہ بیان سب کے سُنانے کو کیا ہے لیکن) ذریعہ ہدایت اور رحمت ان (ہی) لوگوں کے لئے (ہوا) ہے جو (اس کو سن کر) ایمان لے آتے ہیں (اور جو باوجود اتمام حجت کے ایمان نہیں لاتے، ان کی حالت سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ) ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس (قرآن) کے بتلائے ہوئے اخیر نتیجہ (یعنی وعدہ سزا) کا انتظار ہے (یعنی قبل از عذاب وعید سے نہیں ڈرتے تو خود عذاب کا وقوع چاہتے ہوں گے سو) جس روز اس کا (بتلایا ہوا) اخیر نتیجہ پیش آئے گا (جس کی تفصیل دوزخ وغیرہ کی اوپر مذکور ہوئی) اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے (مضطر ہو کر) یوں کہنے لگیں گے واقعی ہمارے

رب کے پیغمبر (دنیا میں) سچی سچی باتیں لائے تھے (مگر ہم سے حماقت ہوئی) سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر (دنیا میں) واپس بھیجے جاسکتے ہیں، تاکہ ہم لوگ (پھر دنیا میں جاکر) ان اعمالِ (بد) کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال (نیک) کریں (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب کوئی صورتِ نجات کی نہیں) بے شک ان لوگوں نے اپنے کو (کفر کے) خسارے میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے (اس وقت) سب گم ہو گیا (اب بجز سزا کے اور کچھ نہ ہوگا)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دن میں

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ

پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ

پیدا کئے سورج اور چاند اور تارے تابعدار اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور

الْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

حکم فرمانا ، بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا

خلاصۂ تفسیر

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کے برابر وقت) میں پیدا کیا، پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے) چھپا دیتا ہے شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ایسے طور پر کہ وہ شب دن کو جلدی سے آلیتی ہے (یعنی دن آناً فاناً گذرتا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ دفعۃً رات آجاتی ہے) اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا، ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم (تکوینی) کے تابع ہیں، یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑے کمالات والے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں ۔

معارف و مسائل

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں آسمان و زمین اور سیارات و نجوم کے پیدا کرنے اور ایک خاص نظام محکم کے تابع اپنے اپنے کام میں لگے رہنے کا ذکر اور اس کے ضمن میں حق تعالیٰ کی قدرتِ مطلقہ